سورة بني اسرائيل

آیات ۱ - ۵

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِهٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَكۡنَا حَوۡلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنۡ
اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ﴿۱﴾
وَ اٰتَیۡنَا مُوۡسَی الۡكِتٰبَ وَ جَعَلۡنٰهُ هُدًی لِّبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اَلَّا تَتَّخِذُوۡا مِنۡ دُوۡنِیۡ وَكِیۡلًا ؕ ﴿۲﴾
ذُرِّیَّةَ مَنۡ حَمَلۡنَا مَعَ نُوۡحٍ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَبۡدًا شَكُوۡرًا ﴿۳﴾
وَ قَضَیۡنَاۤ اِلٰی بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ فِی الۡكِتٰبِ لَتُفۡسِدُنَّ فِی الۡاَرۡضِ مَرَّتَیۡنِ وَ لَتَعۡلُنَّ عُلُوًّا كَبِیۡرًا ﴿۴﴾
فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ اُوۡلٰىهُمَا بَعَثۡنَا عَلَیۡكُمۡ عِبَادًا لَّنَاۤ اُولِیۡ بَاۡسٍ شَدِیۡدٍ فَجَاسُوۡا خِلٰلَ الدِّیَارِ ؕ وَ كَانَ وَعۡدًا
مَّفۡعُوۡلًا ﴿۵﴾

سُوْرَةُ بَنِیْ اِسْرَآئِیْل

- نام - سُوْرَةُ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ - سورت کے شروع میں بنو اسرائیل کے ساتھ پیش آنے والے دو اہم واقعات کا تذکرہ کیا گیا ہے، آیت ۴ (وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ) سے یہ نام لیا گیا ہے اور دیگر سورتوں کی طرح یہ بھی ایک علامتی نام ہے سورت کا مرکزی مضمون (اگرچہ سورت کے مضامین میں سے ایک مضمون کے طور پر یہ مذکور ہے)

  - اس سورت کا دوسرا مشہور نام " سُوْرَةُ اِسْرَاءُ " ہے، اسراء کے معنی ہیں رات کے وقت لے جانا چونکہ اس سورت میں حضور ﷺ کو رات کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے جانے کا تذکرہ ہے

  - اس سورت کا ایک نام سورۃ سُبْحَان بھی ہے، جو سورت کے پہلے لفظ سے لیا گیا ہے

- سورت کا حجم : سورت کی آیات کی تعداد 111 ہے اور اس میں 12 رکوع ہیں
- زمانۂ نزول -اس سورت کی پہلی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورت اس وقت نازل ہوئی ہے جب معراج کا واقعہ پیش آچکا تھا، مشہور روایات کے مطابق معراج کا واقعہ سن 12 نبوی میں پیش آیا، اس لحاظ سے یہ سورت مکی دور کے اخیر زمانہ میں نازل ہوئی
- ترتیب تلاوت (مصحف) کے اعتبار سے یہ قرآن کریم کی 17 ویں سورت ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے 50 ویں سورت

سُوْرَةُ بَنِیْ اِسْرَآئِیْل

سُوْرَةُ بَنِیْ اِسْرَآئِیْل کا ربط

سُوْرَةُ بَنِی اِسْرَائِیْل کا سابقہ سورت سُوْرَةُ النَّحْل سے ربط:

- سورۃ النحل میں ہجرتِ مدینہ کی پیش گوئی کی گئی ہے اور ہجرت کی فضیلت کا ذکر بھی (آیات ۴۱ اور ۱۱۰)۔ سورۃ بنی اسرائیل میں باقاعدہ طور پر ہجرت کی دعا سکھائی گئی ہے (آیات ۸۱-۸۰)
- دونوں سورتوں کا باہمی تعلق اجمال اور تفصیل کا ہے۔ سورۃ النحل میں جو چیزیں اشارات کی صورت میں ہیں، سورۃ بنی اسرائیل میں ان کو بالکل واضح کر دیا ہے۔
- سورۃ بنی اسرائیل میں ہجرتِ مدینہ کے بعد، اسلامی حکومت کے قیام کی بشارت بھی ہے اور اس کے بنیادی اصولوں کی وضاحت بھی- اس میں تورات کے احکام عشرہ کی طرح، امتِ مسلمہ کو احکامات دیئے گئے تاکہ ایک اسلامی معاشرے اور ریاست کی بنیاد رکھی جا سکے

سُوْرَةُ بَنِی اِسْرَائِیْل کا اگلی سورت سُوْرَةُ الْکَھْف سے ربط :

- سورۃ الکھف میں بتایا گیا ہے کہ نزولِ قرآن کے مقاصد میں سے ایک مقصد بنی اسرائیل کے اہلِ کتاب کو متنبہ اور خبردار کرنا ہے کہ انہوں نے اللہ کے لیے اولاد تجویز کر لی ہے (وَيُنذِرَ الَّذِينَ قَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا ، اور اُن لوگوں کو ڈرا دے جو کہتے ہیں کہ اللہ نے کسی کو بیٹا بنایا ہے)، یہاں سورۃ بنی اسرائیل میں ان کے عروج و زوال کی مختصر روداد بیان کی گئی ہے

سُوْرَةُ بَنِیْ اِسْرَآئِیْل

سُوْرَةُ بَنِی اِسْرَائِیْل کا مرکزی مضمون

سورت کا مرکزی مضمون، قرآنِ کریم پر ایمان کی دعوت - اور اس لحاظ سے انسانیت کو اللہ کی طرف سے عطا کردہ رہنمائی اور ذمہ داری کے گرد گھومتا ہے — جسے "دین حق اور اس کے تقاضوں کا تذکرہ " کہہ سکتے ہیں

- اس مرکزی مضمون کو سورت میں جن ذیلی مضامین سے بیان کیا گیا ہے وہ ذیل میں ہیں:

1. بنی اسرائیل کے عروج و زوال کی مختصر تاریخ بتا کر انہیں (اور مشرکین کو بھی) اسلام کی دعوت (دین، حق کی شکل میں آگیا ہے)
2. دینِ حق کے تقاضے —انسان کی کامیابی اور ہلاکت کے اصول
3. اسلامی معاشرے اور اسلامی ریاست کے بنیادی اصول (انسانی سعادت، شقاوت اور فلاح و خسران کا دارومدار کن چیزوں پر)؟
4. مشرکینِ مکہ کے ساتھ کشمکش - (ان کے عقائد کی تردید اور ان کے اعتراضات کے جواب)
5. نوعِ انسانی کی تکریم اور فضیلت
6. نبی کریم ﷺ کی مکہ سے بے دخلی کے منصوبوں کی ناکامی کی بشارت - (ایسا کرنے پر خود قریش، مکہ میں زیادہ دیر نہ ٹھہر سکیں گے)
7. عظمتِ قرآن اور اس کی تاثیر (یہ زندہ معجزہ ہے —حسی معجزوں کا مطالبہ بے معنی)
8. مخالفتوں اور مشکلات کے طوفانوں میں دین پر استقامت اور اللہ پر توکل کی تلقین-

سُوْرَةُ بَنِیْ اِسْرَآئِیْل

سُوْرَةُ بَنِیْ اِسْرَآئِیْل کی خصوصیات

- سورت کا آغاز تسبیح الٰہی سے ہوتا ہے اور اختتام اللہ کی حمد پر ہوتا ہے۔
- سورت میں متفرق موضوعات ہیں لیکن سب سے بڑا موضوع اسلامی نظریہ حیات اور عقیدۂ توحید ہے
- قرآنِ مجید کی خصوصیات اور فضائل پر متفرق طور پر دس آیات آئی ہیں اس سورت میں
- اس سورت میں " اِسْتِفْزَاز " کا لفظ تین مرتبہ استعمال ہوا ہے، جس کے معنی ہیں زمین سے بے دخل کرنا اور جڑ سے اکھاڑ پھینکنا۔ یہ لفظ ایک مرتبہ شیطان کے لیے (کہ وہ انسانوں کو اللہ کی اطاعت سے بید خل کرنے کی کوشش کرتا ہے)، ایک مرتبہ فرعون کے لیے کہ وہ مصر کی سرزمین سے بنی اسرائیل کو بے دخل (uproot) کرنا چاہتا تھا۔ تیسری مرتبہ یہ لفظ قریشِ مکہ کے لیے استعمال ہوا جب وہ نبی کریم ﷺ کو مکہ سے بے دخل کرنے کی سازشیں کر رہے تھے، انہیں یہاں خبرادر کیا گیا کہ اگر انھوں نے ایسا کیا تو اُن کے دن بھی گن دیئے جائیں گے (قرآن کریم کی یہ پیشگوئی بھی پوری ہو کر رہی)
- اس سورت میں بنی اسرائیل کے خلاف فردِ جرم بھی ہے اور انہیں اسلام کی دعوت بھی دی گئی ہے
- اس سورت میں اخلاق و تمدن کے وہ اہم اصول بیان کیے گئے ہیں جن پر زندگی کے نظام کو قائم کرنا دعوت محمدی کے پیش نظر تھا گویا یہ اسلام کا منشور تھا جو اسلامی ریاست کے قیام سے ایک سال پہلے اہل عرب کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔ اس میں واضح طور پر بتادیا گیا کہ یہ خاکہ ہے جس پر محمد (ﷺ) اپنے ملک کی اور پھر پوری انسانیت کی زندگی کی تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔
- عقائد، اخلاق اور معاشرت میں رہنمائی کے حوالے سے یہ ایک جامع اور کامل سورت ہے

سُوْرَةُ بَنِیْ اِسْرَآئِیْل

- " كان النَّبيُّ صلَّى اللَّهُ علَيْه وسلَّم لا يَنامُ علَى فِراشِه حتَّى يقرأ بَني إسرائيلَ ، والزُّمَرِ" (الراوي : عائشة أم المؤمنين – صحيح الترمذي) و السنن الكبرى للنسائي، وأحمد -
- حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہافرماتی ہیں ”نبی کریم ﷺ اس وقت تک اپنے بستر پر نیند نہیں فرماتے تھے جب تک سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ زمر کی تلاوت نہ کرلیں
- سیدنا عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ سورۃ بنی اسرائیل، سورۃ کہف، سورۃ مریم، سورۃ طٰہٰ اور سورۃ انبیاء یہ ابتدائی اور نہایت فصیح و بلیغ سورتیں ہیں۔ [بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ بنی إسرائیل]
- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”سورۂ بنی اسرائیل، سورۂ کہف اور سورۂ مریم فصاحت و بلاغت میں انتہائی کمال کو پہنچی ہوئی ہیں اور ایک عرصہ ہوا کہ میں نے انہیں زبانی یاد کرلیا تھا۔ (بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ بنی اسرائیل)

سُوْرَةُ بَنِیْ اِسْرَآئِیْل

اس سورت میں بے شمار اخلاقی، معاشرتی، تمدنی، اور اقتصادی تعلیمات محض انفرادی ہدایات نہیں ہیں، بلکہ یہ اس بات کا ثبوت ہیں کہ اسلام ہمہ گیر، تمام انسانی زندگی پہ محیط ایک نظام ہوگا جس کی بنیاد یہ عظیم تعلیمات اور اصول ہیں جو اسلامی نظام حیات کی نقشہ گری کرتے ہیں اور انہی پر انسانی زندگی کی تعمیر ہو گی

مکیة

سُوْرَةُ بَنِیْ اِسْرَآئِیْل

آیات 111

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا

سورت کا مرکزی مضمون: قرآن کریم پر ایمان کی دعوت- انسانیت کو اللہ کی طرف سے عطا کردہ رہنمائی اور ذمہ داری (دینِ حق اور اس کے تقاضے)- ہجرت، فتح مکہ، فتح بیت المقدس کی بشارت

آیات 1 تا 10
سفر معراج مسجد حرام تا مسجد اقصیٰ
بنی اسرائیل کے عروج وزوال کی مختصر تاریخ
بنی اسرائیل (اور مشرکین) کو اسلام کی دعوت

آیات 11 تا 22
بنی نوع انسان کے لیے عبرت و نصیحت
انسان کی کامیابی وہلاکت کے اصول

آیات 23 تا 39
اسلام کی معاشرتی ہدایات
اسلامی معاشرے اور اسلامی ریاست کے بنیادی اصول

آیات 40 تا 60
مشرکین مکہ کے ساتھ کشمکش
مشرکین کے عقائد کی تردید اور توحید، رسالت اور معاد پر ان کے اعتراضات کے جواب

آیات 61 تا 70
ابلیس کی انسان دشمنی
بنی آدم کی تکریم وفضیلت
نعمت پا کر انسان کے غرور واستکبار کی تمثیل

آیات 71 تا 77
رسول اللہ ﷺ کو سرزمین مکہ سے بے اثر اور بے دخل کرنے کے منصوبوں کی ناکامی کی بشارت
ہجرت کے باب میں سنت الٰہی کی وضاحت

آیات 78 تا 82
حصول صبر وثبات کے لیے نماز، قرآنِ کریم، تہجد اور تعلق باللہ کی ہدایات

آیات 83 تا 100
کفار کی طرف سے بعض معجزات کا مطالبہ اور ان کا جواب— قرآن جیسا کلام لانے کا چیلنج
ہدایت وضلالت کے باب میں سنت الٰہی

آیات 101 تا 104
حضرت موسیٰ اور ان کے نو معجزات- ان معجزات کے دیکھنے کے باوجود فرعون کی سرکشی اور اس کا انجام
قریشی قیادت کے رویے فرعون کی طرح ہیں

آیات 105 تا 111
اختتام سورۃ
قرآن یکسر حق ہے۔ قرآن پر ایمان لانے کی ہدایت
رسول کی ذمہ داری صرف انذار وتبشیر ہے
خالص عقیدۂ توحید اختیار کرنے کی ہدایت

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ①

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ - پاک ہے وہ (ذات) جو

اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا - لے گیا اپنے بندے کو رات کے کسی وقت

سَرِيَ یَسۡرِی ، سُرًی و سَرۡیَۃً : رات کو سفر کرنا

اَسۡرٰی یُسۡرِیۡ ، اِسۡرَآءٌ : رات کو جانا (IV)

اگر یہ ب کے (صلہ کے) ساتھ آئے تو معنی "رات کو لے جانے کے"

لَیۡلًا : رات کا ایک حصہ یا ٹکڑا، (لَیۡلًا نکرہ ہونے کی وجہ سے اس کا ترجمہ رات کا حصہ)

اردو میں: ساری (جاری و ساری)، سرایت

مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ - مسجد حرام سے

اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا - مسجد اقصیٰ تک

اَقۡصَا : یہ قرآن کی مخصوص املاء ہے

اَقۡصَا ، قَصَآءٌ سے اسم تفضیل (زیادہ دُور)

الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ - وہ (مسجدِ اقصیٰ) کہ برکت دی ہے ہم نے جس کے ماحول کو

حَوۡل : ارد گرد

لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا - تاکہ دکھائیں ہم اسے اپنی کچھ نشانیاں

(ر أ ي)

اَرٰی یُرِیۡ ، اِرَآءَۃٌ : دکھانا (IV)

اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ - بیشک اللہ ہی ہے سب کچھ سننے والا اور دیکھنے والا

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ
مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ﴿۱﴾

پاک ہے وہ جو لے گیا ایک رات اپنے بندے کو مسجد حرام سے دور کی اُس مسجد تک جس کے ماحول کو اس نے برکت دی ہے، تاکہ اسے اپنی کچھ نشانیوں کا مشاہدہ کرائے حقیقت میں وہی ہے سب کچھ سننے اور دیکھنے والا

Holy is He Who carried His servant by night from the Holy Mosque (in Makkah) to the farther Mosque (in Jerusalem) whose surroundings We have blessed that We might show him some of Our Signs. Indeed He alone is All-Hearing, All-Seeing.

محمد اقبال

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ﴿۱﴾

واقعہ اسراء

- یہ رسول اللہ (ﷺ) کے سفرِ معراج کے پہلے مرحلے کی طرف اشارہ ہے جو مسجد حرام (مکہ مکرمہ) سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک کے زمینی سفر پر مشتمل تھا۔
- سورت کا آغاز تسبیح سے ہوتا ہے (تنزیہہ کا کلمہ ہے۔ یعنی اللہ کی ذات ہر نقص و عیب سے پاک و منزہ ہے)، اس کلمہ سے بات کا آغاز کرنا خود دلالت کرتا ہے کہ یہ کوئی بہت بڑا خارق عادت واقعہ تھا جو اللہ تعالیٰ کی غیر محدود قدرت سے رونما ہوا۔ یہ محض ایک روحانی تجربہ نہ تھا، بلکہ ایک جسمانی سفر اور عینی مشاہدہ تھا جو اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو کرایا۔
- اس مقام پر قرآنِ مجید نے صرف مسجد حرام (یعنی بیت اللہ) سے مسجد اقصیٰ (یعنی بیت المقدس) تک حضورؐ کے جانے کی تصریح کی ہے (آسمانوں کے سفر کا ذکر سورۃ النجم میں آیا ہے) ۔اس سفر کا مقصد یہ بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو اپنی کچھ نشانیاں دکھانا چاہتا تھا۔ اس سے زیادہ کوئی تفصیل قرآن میں نہیں بتائی گئی ہے
- اس اجمال کی تفصیل احادیثِ مبارکہ میں آئی ہے، حدیث اور سیرت کی کتابوں میں اس واقعہ کی تفصیلات بکثرت صحابہ رضوان اللہ علیہم سے مروی ہیں جن کی تعداد ۲۵ تک پہنچتی ہے۔ ان میں سے مفصل ترین روایت حضرت انس بن مالک، حضرت مالک بن صعصعہ، حضرت ابوذر غفاری اور حضرت ابوہریرہ رضوان اللہ علیہم سے مروی ہیں۔ ان کے علاوہ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابو سعید خدری، حضرت حذیفہ بن یمان، حضرت عائشہ اور متعدد دوسرے صحابہ رضوان اللہ علیہم نے بھی اس کے بعض اجزاء بیان کیے ہیں۔

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ﴿۱﴾

واقعہ الإسراء

- اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہ السلام کو ان کے منصب (نبوت و رسالت) کی مناسبت سے ملکوت سموات و ارض کا مشاہدہ کرایا ہے اور مادی حجابات بیچ میں سے ہٹا کر آنکھوں سے وہ حقیقتیں دکھائی ہیں جن پر ایمان بالغیب لانے کی دعوت دینے پر وہ مامور کیے گئے تھے، تاکہ ان کا مقام ایک فلسفی کے مقام سے بالکل ممیّز ہو جائے (اور انہیں یقین و ایقان کا آخری درجہ بھی حاصل ہو)

- ہجرت سے ایک سال پہلے مکہ کے حالات بے حد سخت اور مخدوش تھے۔ آپ ﷺ اور آپ کی دعوت و تحریک کی مخالفت انتہائی عروج پر تھی، آپ ﷺ نے طائف جا کر دعوت دینے کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ انتہائی مضطرب دل کے ساتھ واپس مکہ تشریف لائے۔ اس سے پہلے آپ ﷺ کی زوجہ اور چچا بھی فوت ہو چکے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اسلام کی تاریخ بننے سے پہلے ختم ہو جائے گی۔ عین اس وقت اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو ایک عظیم نشانی دکھائی۔ یہ نشانی اس حقیقت کا محسوس مظاہرہ تھا کہ اسلام کی تاریخ نہ صرف یہ کہ اپنی تکمیل تک پہنچے گی۔ بلکہ اس کے گرد ایسے عملی حالات جمع کیے جائیں گے کہ وہ ابدی طور پر زندہ اور محفوظ رہے۔ کیونکہ اب اسی کو قیامت تک تمام قوموں کے لیے خدا کے دین کا مستند ماخذ قرار پانا ہے۔

- الإسراء والمعراج کے سفر سے آپ ﷺ بے انتہا یقین اور ایمان کی قوت لے کر واپس آئے جو سختی اور مخالفتوں کو کوہِ گراں کے سامنے کھڑا ہونے کے لئے بہت ضروری تھی

- مسجدِ حرام اور مسجدِ اقصیٰ کا ذکر گویا اس بات کا اعلان تھا کہ آپ ﷺ اور آپؐ کی امت کو توحید کے ان دونوں مراکز کا متولی بنایا جا رہا ہے (فتح مکہ اور فتح بیت المقدس کی پیشین گوئی)

سُبْحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ﴿۱﴾

واقعہ الإسراء

- سفرِ معراج کی پہلی منزل (مسجد اقصیٰ) میں آپ ﷺ نے آپؐ سے پہلے آنے والے تمام انبیاء علیہ السلام (جنہیں اللہ تعالیٰ نے وہاں جمع فرمایا) کی نماز میں امامت فرمائی ۔آپ ﷺ کی امامت کا واقعہ اللہ تعالیٰ کے اس فیصلے کا اظہار تھا کہ پچھلی تمام نبوتیں اب ہدایت الٰہی کے مستند ماخذ کی حیثیت سے منسوخ کردی گئیں۔اب الٰہی ہدایت کو جاننے کے لیے تمام قوموں کو پیغمبر اسلام (ﷺ) کے لائے ہوئے دین کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔
- اس بات کے اظہار اور اس تقریب کے لیے فلسطین موزوں ترین جگہ تھی۔ کیونکہ فلسطین انبیاء علیہ السلام کی اکثریت کا مرکز دعوت رہاہے۔اس لیےاللہ تعالیٰ نے اپنے اس فیصلہ کے اظہار کے لیے اسی خاص علاقہ کا انتخاب فرمایا۔
- مسجدِ اقصی سے مراد کوئی خاص مسجد یا عمارت نہیں بلکہ وہ پورا مُجَمَّع (complex) مراد ہے جو سلیمان علیہ السلام کے زمانے سے ہی ایک بڑی چاردیواری کے اندر واقع ہے، اسلامی روایات میں یہ پورا مُجَمَّع (complex) بھی اور مُجَمَّع کا کوئی ایک حصہ بھی مسجد اقصیٰ کہلاتا ہے۔
- مسجد کا لفظ یہاں ان معروف معنوں (بطورِ اسم -noun) کے نہیں آیا جن معانی میں ہم آج مسجد مراد لیتے ہیں، یعنی ایک (مخصوص ہیئت کی) عمارت اور اس کا مینار وغیرہ۔ یہاں مسجد کا لفظ لغوی معنوں میں، جس سے مراد عبادت کی جگہ ہے۔اس مجمع کے اندر دورِ قدیم (حضرت ابراہیمؑ یا حضرت یعقوبؑ کے زمانے) سے عبادت کی جگہ مختص تھی

وَ اٰتَیۡنَا مُوۡسَی الۡکِتٰبَ وَ جَعَلۡنٰہُ ہُدًی لِّبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اَلَّا تَتَّخِذُوۡا مِنۡ دُوۡنِیۡ وَکِیۡلًا ؕ ۝۲ ذُرِّیَّۃَ مَنۡ حَمَلۡنَا مَعَ نُوۡحٍ ؕ اِنَّہٗ کَانَ عَبۡدًا شَکُوۡرًا ۝۳ وَ قَضَیۡنَاۤ اِلٰی بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ فِی الۡکِتٰبِ

وَ اٰتَیۡنَا مُوۡسَی الۡکِتٰبَ - اور دی تھی ہم نے موسیٰ کو بھی کتاب

اٰتٰی یُؤْتِیْ ، اِیْتَآءٌ : دینا

وَ جَعَلۡنٰہُ ہُدًی لِّبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ - اور بنایا تھا اس (کتاب) کو ذریعہ ہدایت بنی اسرائیل کے لیے

اَلَّا تَتَّخِذُوۡا - (اس ہدایت کے ساتھ) کہ نہ تم بنانا

أ خ ذ اِتَّخَذَ یَتَّخِذُ ، اِتِّخَاذٌ : پکڑنا، لینا، بنانا (۱۷)

اردو میں : اخذ، ماخذ، ماخوذ، مواخذہ

مِنۡ دُوۡنِیۡ وَکِیۡلًا - میرے سوا کسی کو (اپنا) کارساز

ذُرِّیَّۃَ مَنۡ حَمَلۡنَا مَعَ نُوۡحٍ -(تم) اولاد (ہو) ان کی جنہیں سوار کیا تھا ہم نے نوح کے ساتھ (کشتی پر)

ذُرِّیَّۃ : اولاد

حَمَلَ : اٹھانا، چڑھانا، سوار کرنا

اِنَّہٗ کَانَ عَبۡدًا شَکُوۡرًا - بیشک وہ تھا شکر گزار بندہ

وَ قَضَیۡنَاۤ اِلٰی بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ ۔ اور ہم نے فیصلہ کیا بنی اسرائیل کی طرف

قَضٰی یَقْضِیْ ، قَضْیًا وَ قَضَآءٌ
فیصلہ کرنا، صاف کہہ سنانا، متنبہ کرنا

اردو میں: قضا، قاضی، اقتضا، تقاضا، مقتضی

فِی الۡکِتٰبِ - اس کتاب میں

لَتُفۡسِدُنَّ فِی الۡاَرۡضِ مَرَّتَیۡنِ وَ لَتَعۡلُنَّ عُلُوًّا کَبِیۡرًا ﴿۴﴾ فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ اُوۡلٰىہُمَا بَعَثۡنَا عَلَیۡکُمۡ عِبَادًا لَّنَاۤ اُولِیۡ بَاۡسٍ شَدِیۡدٍ فَجَاسُوۡا خِلٰلَ الدِّیَارِ ؕ وَ کَانَ وَعۡدًا مَّفۡعُوۡلًا ﴿۵﴾

لَتُفۡسِدُنَّ فِی الۡاَرۡضِ مَرَّتَیۡنِ - تم ضرور فساد مچاؤ گے زمین میں دو مرتبہ

لَ : لام تاکید

اَفْسَدَ یُفْسِدُ ، اِفْسَادًا : فساد کرنا (IV)

مَرَّةٌ : ایک بار

مَرَّتَیْن : دو بار (تثنیہ - Dual)

وَ لَتَعۡلُنَّ عُلُوًّا کَبِیۡرًا - یقیناً تم ضرور سرکشی کرو گے، بہت بڑی سرکشی

لَ : لام تاکید

عَلَا یَعْلُوْ ، عُلُوًّا : بلند کرنا، قبضہ کرکے کسی چیز کو تباہ کرنا، سرکشی کرنا

فَاِذَا جَآءَ - پھر جب آیا

وَعۡدُ اُوۡلٰىہُمَا - پہلا وعدہ دو (باریوں) میں سے

اُوْلٰی ، اَوَّلُ کا مؤنث (پہلی)

بَعَثۡنَا عَلَیۡکُمۡ عِبَادًا لَّنَاۤ - تو بھیجے ہم نے تم پر اپنے ایسے بندے جو

بَعَثَ یَبْعَثُ ، بَعْثًا : بھیجنا

اُولِیۡ بَاۡسٍ شَدِیۡدٍ - جو سخت جنگ جو تھے

اُولِیْ : والے (اُولُوْ بھی)، یہ جمع کے لیے آتے ہیں- ذُوْ کی جمع کے طور پر

بَاْسٍ : سختی، لڑائی

اُولِیْ بَاْسٍ : بہت سخت لڑائی والے

فَجَاسُوۡا خِلٰلَ الدِّیَارِ - تو وہ گھس گئے گھروں کے درمیان

جَاسَ یَجُوْسُ ، جَوْسًا : گھسنا

خِلٰل دو چیزوں کے درمیان

وَ کَانَ وَعۡدًا مَّفۡعُوۡلًا - اور تھا یہ ایک وعدہ (اللہ کا) جسے پورا ہو کر رہنا تھا۔

مَفْعُوْلًا ، فِعْلٌ سے مفعول (ہو کر رہنے والا)

وَاٰتَيۡنَا مُوۡسَى الۡكِتٰبَ وَجَعَلۡنٰهُ هُدًى لِّبَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ اَلَّا تَتَّخِذُوۡا مِنۡ دُوۡنِىۡ وَكِيۡلًا ؕ‏ ۝٢ ذُرِّيَّةَ مَنۡ حَمَلۡنَا مَعَ نُوۡحٍ‌ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَبۡدًا شَكُوۡرًا‏ ۝٣ وَقَضَيۡنَاۤ اِلٰى بَنِىۡۤ
اِسۡرَآءِيۡلَ فِى الۡكِتٰبِ لَـتُفۡسِدُنَّ فِى الۡاَرۡضِ مَرَّتَيۡنِ وَلَتَعۡلُنَّ عُلُوًّا كَبِيۡرًا‏ ۝٤ فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ اُوۡلٰٮهُمَا بَعَثۡنَا عَلَيۡكُمۡ عِبَادًا لَّنَاۤ اُولِىۡ بَاۡسٍ شَدِيۡدٍ فَجَاسُوۡا خِلٰلَ الدِّيَارِ‌ ؕ
وَكَانَ وَعۡدًا مَّفۡعُوۡلًا‏ ۝٥

ہم نے اِس سے پہلے موسیٰؑ کو کتاب دی تھی اور اُسے بنی اسرائیل کے لیے ذریعہ ہدایت بنایا تھا، اِس
تاکید کے ساتھ کہ میرے سوا کسی کو اپنا وکیل نہ بنانا، تم اُن لوگوں کی اولاد ہو جنہیں ہم نے نوحؑ
کے ساتھ کشتی پر سوار کیا تھا، اور نوحؑ ایک شکر گزار بندہ تھا، پھر ہم نے اپنی کتاب میں بنی اسرائیل
کو اِس بات پر بھی متنبہ کر دیا تھا کہ تم دو مرتبہ زمین میں فساد عظیم برپا کرو گے اور بڑی سرکشی
دکھاؤ گے، آخر کار جب اُن میں سے پہلی سرکشی کا موقع پیش آیا، تو اے بنی اسرائیل، ہم نے
تمہارے مقابلے پر اپنے ایسے بندے اٹھائے جو نہایت زور آور تھے اور وہ تمہارے ملک میں گھس
کر ہر طرف پھیل گئے یہ ایک وعدہ تھا جسے پورا ہو کر ہی رہنا تھا

We gave Moses the Book, and made it a source of guidance for the Children of Israel, commanding: "Take no other Guardian beside Me. You are the descendants of those whom We carried (in the Ark) with Noah. He was truly a thankful servant. Then We clearly declared to the Children of Israel in the Book "Twice you will make mischief in the land and will commit transgression. So, when the occasion for the first of the transgressions arrived, We raised against you some of Our creatures who were full of might, and they ran over the whole of your land. This was a promise that was bound to be fulfilled.

محمد اقبال

وَ اٰتَيۡنَا مُوۡسَى الۡكِتٰبَ وَ جَعَلۡنٰهُ هُدًى لِّبَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ اَلَّا تَتَّخِذُوۡا مِنۡ دُوۡنِىۡ وَكِيۡلًا ؕ ۝۲ ذُرِّيَّةَ مَنۡ حَمَلۡنَا مَعَ نُوۡحٍ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَبۡدًا شَكُوۡرًا ۝۳

یہود کے کبر و غرور پر ضرب

- صرف ایک آیت کریمہ میں واقعہ اسراء کا ذکر کرکے اچانک بنی اسرائیل کا ذکر شروع کردیا گیا ہے (جو بظاہر عجیب معلوم ہوتا ہے)، لیکن اگر سورۃ بنی اسرائیل کا مرکزی مضمون اور اس کا مدعا پیش نظر رہے تو اس کی مناسبت صاف سمجھ میں آجاتی ہے
- واقعہ اسراء کے ذکر سے یہ بتانا مقصود ہے کہ یہ رسول تمہارے سامنے دعوت دین پیش کررہا ہے اور تم اس کی اذیت رسانی پر دلیر ہوتے جارہے ہو، تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کس مقام و مرتبے کا حامل ہے، وہ ابھی ابھی بیت المقدس اور پھر اس کے بعد آسمانوں تک اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان نشانیاں دیکھ کر آیا ہے
- وہ جس طرح تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کی کتاب لے کر آیا ہے اسی طرح بنی اسرائیل کی طرف بھی موسیٰ (علیہ السلام) اللہ تعالیٰ کی کتاب کے ساتھ مبعوث ہوئے تھے اور آپؑ نے اپنی امت کو کتاب سے وابستگی کے ساتھ ساتھ توحید کی دعوت دی تھی لیکن جب انھوں نے اسے نظرانداز کیا تو تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ ان پر پھر کیسی قیامتیں گزریں۔ اس لیے اے مشرکین مکہ تم اگر یہ نہیں چاہتے ہو کہ تمہارا انجام بھی بنی اسرائیل جیسا ہو تو تم بنی اسرائیل کے طور اطوار سے پرہیز کرو
- اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب عطا کی تھی، اور ان پر ایمان لانے والوں کو حکم دیا گیا تھا کہ تم اگر یہ چاہتے ہو کہ دنیا کی امامت و قیادت کے منصب پر فائز رہو اور تمہیں دنیا میں بھی عزت ملے اور آخرت میں بھی سرخرو ٹھہرو، تو اس کی پہلی شرط تو یہ ہے کہ تمہیں اس کتاب کو کتاب ہدایت سمجھو اور زندگی کی راہنمائی اس کتاب سے حاصل کرو، اس کا دیا ہوا ضابطہ حیات تمہاری اجتماعی زندگی کا آئین اور دستور اور تمہاری انفرادی زندگی کا راہنما ہو۔ انفرادی زندگی بھی اسی کے نور سے روشن ہو اور اجتماعی زندگی پر بھی اسی کی حکمرانی ہو۔

وَ اٰتَيۡنَا مُوۡسَى الۡكِتٰبَ وَ جَعَلۡنٰهُ هُدًى لِّبَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ اَلَّا تَتَّخِذُوۡا مِنۡ دُوۡنِىۡ وَكِيۡلًا ؕ ﴿۲﴾ ذُرِّيَّةَ مَنۡ حَمَلۡنَا مَعَ نُوۡحٍ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَبۡدًا شَكُوۡرًا ﴿۳﴾

- دوسری آیت (ہم نے موسیٰ کو کتاب دی ...... اللہ کے سوا کسی کو وکیل نہ بناؤ)، یہ آیتِ کریمہ یہود کے بگاڑ اور فساد (جس کا ذکر آگے آرہا ہے) کو بیان کرنے کے لیے ایک تمہید ہے
- فرمایا کہ ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی اور اس کو بنی اسرائیل کے صحیفہ ہدایت بنایا جس میں صاف یہ ہدایت درج تھی کہ میرے سوا کسی کو کارساز اور معتمد نہ بنانا۔ لیکن انھوں نے اللہ تعالیٰ کے اس اہتمام ہدایت کی کوئی قدر نہیں کی۔ اس کے صحیفہ ہدایت کو پیٹھ پیچھے پھینک دیا
- کتاب کے ذکر کے بعد توحید کی تعلیم کا حوالہ - اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ یہ چیز تمام تعلیمات دین کے لیے مرکز ثقل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسی پر تمام شریعت کی بنیاد بھی ہے اور اسی کے ساتھ وابستہ رہنے تک کوئی جماعت دین سے وابستہ بھی رہتی ہے۔ جہاں اس مرکز ثقل سے وابستگی کمزور ہوئی پھر بالتدریج سارا دین غارت ہو کے رہ جاتا ہے۔
- بنی اسرائیل کے تذکرے میں نوحؑ کا ذکر- یہ ان کو ایک یاددہانی کہ اس بات کو مت بھولنا کہ تم لوگ اس نسل سے ہو جن کو اللہ نے نوح کے ساتھ ان کی کشتی میں بچایا۔ اور نوح اللہ کے ایک شکر گزار بندے تھے، ان کی صفتِ عبودیت کا ذکر
- تم بھی انہی کی طرح خدا کے شکر گزار اور اس کی توحید پر قائم رہنا ورنہ یاد رکھو کہ جس طرح اللہ نے قوم نوح کے وجود سے، اس کے شرک کی پاداش میں اپنی زمین کو پاک کر دیا اسی طرح تمہارے وجود سے بھی اپنی زمین کو پاک کر دے گا۔

وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِى الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِى الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا ﴿٤﴾ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ ۭ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ﴿٥﴾

یہود کے دو بڑے فساد

- آگے آیت 8 تک میں بنی اسرائیل کی تاریخ کے ان ادوار کا ذکر کیا گیا ہے جس میں وہ اللہ کی نافرمانی کے باعث اللہ کے عذاب کا شکار ہوئے۔ انھیں سنبھلنے کا موقع دیا گیا، دوبارہ ان پر نعمتوں کی بارش کی گئی لیکن وہ پھر بگڑ گئے۔ دوبارہ پھر اللہ کا عذاب آیا اور وہ بدترین مظالم کا شکار ہوگئے
- اس تاریخی تبصرہ کے ذریعے انسانوں کو یہ سمجھایا گیا کہ اقوام کے عروج وزوال میں اصلاح و فساد کا کتنا گہرا دخل ہوا کرتا ہے۔ بعد کی آیات میں ، اسی سورت میں قرآن کریم بتاتا ہے کہ یہ سنت الٰہیہ ہے اللہ جس قوم کو ہلاک کرنا چاہتے ہے وہ اس قوم کے مترفین کے اندر فساد پیدا کرتا ہے، وہ بگاڑ میں ڈوب جاتے ہیں اور ہلاک کردیئے جاتے اور اس طرح نیست و نابود ہو جاتے ہیں۔
- یہاں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اللہ نے اپنی انبیاء علیہ السلام کے ذریعے سے بنی اسرائیل کو آگاہ کر دیا تھا کہ جب تمہارے اندر فساد ایک خاص حد تک پہنچ جائے گا تو اس کے بعد تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب ضرور آئے گا اور یہ بات اللہ کے علم میں ہے کہ بنی اسرائیل دو مرتبہ زمین میں فساد کریں گے (جس کی پاداش میں اللہ کے عذاب کا کوڑا ان پر برسے گا)
- فساد سے کیا مراد ہے؟ یہاں بنی اسرائیل کے فساد فی الارض سے مراد ان کا بگاڑ ہے، جس میں اللہ کے ساتھ شرک، بت پرستی (بعل پرستی اور عجل پرستی)، اللہ کے احکام سے سرکشی کا رویہ ، حقوق العباد کی پامالی، رشوت، یتیموں اور بیواؤں کا مال کھانا، ہوسِ زر اور اس کے حصول کے لیے حرام حلال کی تمیز ختم کر دینا، بدکاری، عیاشی اور بے حیائی کا ثقافت بنا دینا، سود کے چال چلن کو عام کر دینا، انبیاء و مصلحین کو اپنے اندر برداشت نہ کرنا اور انہیں قتل کرنا۔ مجموعی طور پر شریعت کا حلیہ بگاڑ دینا

وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِى الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِى الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا ۝٤ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ ۭ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ۝٥

- جب یہ بگاڑ ان کے اندر آیا تو انبیاء علیہ السلام نے مسلسل انہیں روکا اور جھنجھوڑا، انہیں خبر دار کیا [اس پہلے بگاڑ (فساد) پر حضرت داؤد علیہ السلام کی تنبیہ زبور میں موجود ہے- اس کے بعد بھی پے در پے انبیاء علیہ السلام نے انہیں اس بگاڑ اور فساد فی الارض اور اس کے نتائج سے خبر دار کرتے رہے- جن کے تذکرے اب بھی انجیل میں موجود ہیں]- جن کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل نے کس طرح اللہ کے دیئے ہوئے دین و شریعت کا حلیہ بگاڑ دیا تھا (اور ہم مسلمان بھی اس راہ پر ہیں)
- بنی اسرائیل کا حضرت موسیٰؑ کی قیادت میں مصر سے فلسطین آنا اور یوشع بن نونؑ کا فلسطین فتح کرنا سے ان کا عروج شروع ہوا اور طالوت، داؤدؑ اور سلیمانؑ کے ادوار ان کی تاریخ کے بہترین دور ہیں (یہ عرصہ ۱۰۰ سال پہ محیط ہے)، پھر زوال آنا شروع ہوا اور اس پہلے بگاڑ کا آغاز ہوا جس کا یہاں ذکر ہوا
- یہ بگاڑ تدریجاً بدتر ہوتا ہوا، دین و شریعت سے دوری، انبیاء علیہ السلام کے قتل اور ان کی آپس کی لڑائیوں اور ناچاکی کے سبب پہلے 701 قبل مسیح میں ان کی (شمالی) سامریہ حکومت کے خاتمہ ہوا, آشوریوں (Assyrians) کے ہاتھوں
- اس کے بعد 587 قبل مسیح میں عراق کے بادشاہ بُخْتُنَصَّرَ (بُخْتُ نَصَّرَ- Nebuchadnezzar II) نے ان کی جنوبی سلطنت "یہودیہ -Judah" پر حملہ کیا اور پوری سلطنت کو تہس نہس کر کے رکھ دیا- یروشلم کو اس طرح تباہ و برباد کیا گیا کہ کسی عمارت کی دو اینٹیں بھی سلامت نہیں رہنے دی گئیں- ہیکل سلیمانی کو مسمار کرکے اس کی بنیادیں تک کھود ڈالی گئیں- اس دوران بخت نصر نے چھ لاکھ یہودیوں کو قتل کیا جبکہ چھ لاکھ مردوں عورتوں اور بچوں کو جانوروں کی طرح ہانکتا ہوا بابل لے گیا جہاں یہ لوگ سوا سو سال تک اسیری ((Captivity کی حالت میں رہے- ذلت و رسوائی کے اعتبار سے یہ ان کی تاریخ کا بدترین دور تھا-

وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِى الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِى الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا

بنی اسرائیل کا عروج وزوال (1900 ق م تا 600 ء)

سُوْرَةُ بَنِیْ اِسْرَآئِیْل

آیات 1 تا 5

- واقعۂ معراج کا ذکر۔جو اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانیوں میں سے ایک (اسراء مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ جانے کا نام اور مسجد اقصیٰ سے آگے کی منزلیں معراج کہلاتی ہیں)
- عبد کی تعبیر یہ واضح کرتی ہے کہ سفر عالمِ بیداری میں تھا اور جسمانی سیر تھی نہ کہ روحانی
- نبی اکرم ﷺ کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ اور پھر معراج کے سفر پہ لے جانے کا سبب اللہ کی بعض اہم نشانیاں دکھلانا
- مسجد اقصیٰ (اور اس کے اطراف) ایک بابرکت زمین- یہ سرزمین ایک طویل عرصہ اللہ کے عظیم نبیوں اور نورِ توحید و خدا پرستی کا مرکز رہی ہے۔
- اللہ نے موسیٰ (علیہ السلام) کو آسمانی کتاب (توریت) عطا کی تاکہ اس کے ذریعے بنی اسرائیل کی ہدایت ہو (کتابِ الٰہی اور اس کے تدوین شدہ اصول انسانوں کی ہدایت اور ترقی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں)
- اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کی فتنہ پسندی (فساد فی الارض) پر برے نتائج سے خبردار کیا
- بنی اسرائیل کے زمین پر دو فساد، ان کے تاریخی انقلابات اور بڑے حوادث میں سے ہیں۔
- اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے پہلے فساد کے بعد ان سے طاقتور اور جنگجو لوگوں کے ذریعے انتقام لیا